

بھٹو نہیں مگر ضیاء الحق تو آج بھی زندہ ہے؟

ذوالفقار علی بھٹو نے واہ کے ایک سیاسی خاندان کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔ کابینہ کے چندرکان نے بھی اس سماجی تقریب میں آنا تھا۔ پنڈی سے بذریعہ ہیلی کا پڑواہ پہنچا تھا۔ بتاتا چلوں کہ واہ، پنڈی سے تقریباً تیس کلومیٹر دور ایک انہتائی خوبصورت قصبه ہے۔ خیراب تو یہ شہربن چکا ہے۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال، واہ سے محض چند کلومیٹر فاصلے پر ہے۔ وزیراعظم کے ہیلی پیڈ کالج کی وسیع گراوئنڈ میں بنائے گئے۔ دو یا شامی تین۔ ہاں تین۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال میں طلباء کو اس درجہ مصروف رکھا جاتا ہے کہ کسی نے بھی ہیلی پیڈ بننے نہ دیکھے۔ نہ ہی ہمیں علم تھا کہ وزیراعظم پاکستان آرہے ہیں۔ سخت نظم و ضبط اور حد درجہ محنت والی روٹین کچھ بھی سوچنے یاد کیکھنے کا زیادہ موقع نہیں دیتی تھی۔ خیر جس روز بھٹو صاحب نے کالج اُتر کرواد جانا تھا، اس دن چھٹی تھی۔ صرف اسلیے یاد ہے کہ ہم لوگوں نے واکنگ آؤٹ ڈر لیس پہن رکھا تھا۔ یعنی کوٹ، پینٹ، شرت اور ٹائی۔ باقی تمام دن، خاکی یونیفارم ہی پہنانا ہوتی تھی۔ کم از کم کلاسوں میں جانے کیلئے۔ چھٹی والے دن کے اکثر اوقات میں واکنگ آؤٹ ڈر لیس پہنا ہوتا تھا۔ دراصل یہ برطانوی پبلک سکولوں کی ایک روایت ہے۔ ہمارے تمام کیڈٹ کالجز، برٹش طور طریقے سے چلا جاتے تھے۔ آج بھی یہی معمول ہے۔ اس میں بری بات بھی کوئی نہیں۔ سخت ڈسپلن کی بد ولت طلباء کی زندگی بدل دی جاتی ہے۔ کالج سے واپس آئے ہوئے پنٹا لیس برس سے اوپر ہو چکے ہیں، مگر آج بھی وہاں کی ایک ایک روایت ذہن نشین ہے۔

خیر دوپہر کے وقت تین ہیلی کا پڑا ترے۔ کالج میں چھٹی والے دن بھی باہر جانے پر ممانعت تھی۔ ہیلی کا پڑ کے نزدیک چار پانچ گاڑیاں گئیں۔ یہ تمام کاریں وزیراعظم ہاؤس سے آئی تھیں۔ بھٹو صاحب اور کابینہ کے ارکان آرام سے گاڑیوں میں بیٹھ کر شادی کی تقریب کی طرف روانہ ہو گئے۔ تمام طلباء، کالج کی اندر ورنی سڑک پر دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ سب بھٹو کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا تھے۔ گاڑیاں خرام خرام چلتی ہوئی سامنے سے گزر گئیں۔ بھٹو صاحب کی ہلکی سی جھلک نظر آئی۔ اور بس۔ دو چار منٹ میں تمام گاڑیاں میں گیٹ سے باہر نکل گئیں۔ اسکے بعد، کالج کی کوئی مصروفیت شروع ہو گئی۔ یاد نہیں، لیچ پر جانا تھا کہ کچھ اور۔ اس طرح دو گھنٹے گزر گئے۔ سب کے ذہن میں تجسس تھا کہ کیا بھٹو واپس بھی اسی جگہ سے جائے گا۔ یا بذریعہ کا پنڈی چلے جائے گا۔ ٹھیک دو ڈھانی گھنٹے بعد گاڑیوں کا قافلہ واپس آیا اور ہیلی پیڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔ کوئی ہٹو بچو کا شور نہیں تھا۔ بھٹو صاحب کے قافلے کے سامنے کوئی پولیس کی گاڑیاں نہیں تھیں۔ کوئی ساریں یا ہوٹر نہیں نج رہا تھا۔ تین چار، کالے رنگ کی بڑی بڑی گاڑیاں اور بس۔ گاڑیوں کو واپس آتے دیکھ کر اکثر طلباء گراوئنڈ کے کناروں پر جمع ہو گئے۔ بھٹو صاحب گاڑی سے نکل کر ہیلی کا پڑ میں بیٹھ گئے۔ دور سے پہچانے جا رہے تھے۔ جیسے ہی ہیلی کا پڑ فضا میں بلند ہوئے۔ میرے ساتھ خالد محمود چارلی کھڑا ہوا تھا۔ چارلی میرا بہترین دوست ہے۔ آج بھی۔ خیر وقت نے بہت کچھ تبدیل کر دیا ہے۔ وقت کی تلوار حد درجہ تیز دھار اور ظالم ہوتی ہے۔ چارلی کے ذہن میں پتہ نہیں کیا آیا۔ خالی ہیلی پیڈ کی طرف تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ دیکھا دیکھی، تمام طلباء ہیلی پیڈ کی طرف بھاگنے لگے۔ کوئی تین سو کے قریب بچے ہو گے۔ میں اس وقت تیرہ برس

کا تھا۔ بھٹو کا ہیلی کا پڑھنے میں کافی اور پرچاڑ کا تھا۔ پر کھڑکی سے ہیلی پیدی کی طرف بھاگتے ہوئے بچے نظر آ رہے تھے۔ بھٹونے پائیں کو حکم دیا کہ ہیلی کا پڑھ کو نیچے کی طرف لاو۔ بچوں کو قریب سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جیسے ہی جہاز نیچے آیا، تمام بچوں نے دیوانہ وار نعرے لگانے شروع کر دیے۔ چارلی نے ناچنا شروع کر دیا۔ محفوظ فالصلے پر بھٹو صاحب نے ہیلی کا پڑھ کو جامد کروادیا۔ کھڑکی کھولی اور چہرہ اور بازو بہر نکال کر ہلانا شروع کر دیا۔ اسکے بعد مت پوچھیے کہ کیا ہوا۔ تمام بچوں میں ایک بچلی سی بھرگئی۔ بھٹو کی طسماتی شخصیت کا جادو تھا۔ تمام طلباء، جوش سے نعرے لگا رہے تھے۔ اکثریت ڈنس کر رہی تھی۔ دو تین منٹ ہیلی کا پڑھ جامد رہا اور پھر اوپر چلا گیا۔ آج تک نہیں سمجھ پایا کہ ہم تمام لوگ ایسا کیوں کر رہے تھے۔ کسی نے بھی ہمیں نعرے لگانے کیلئے نہیں کہا تھا۔ سرت سے ناچنے کو بھی کسی نے حکم نہیں دیا تھا۔ تو یہ سب کچھ کیا تھا۔ صاحبان! یہ صرف اور صرف، ہمارے ملک کے مقبول ترین شخص کی جادوئی شخصیت کا کمال تھا۔ اسکے بعد آج تک، کوئی لیڈر، کوئی قائد حیران کن مقبولیت کی سطح پر نہیں پہنچ پایا۔ پنجاب کے سابقہ وزیر اعلیٰ نے بھٹو کی نقل کرنے کی بہت کوشش کی۔ تقریروں کے دوران مانگ گرائے۔ اسی طرح کی ٹوپی پہنی۔ مگر سب جانتے ہیں کہ بات نہیں بنی۔ ذوالفقار علی بھٹو ایک ایسی سیاسی شخصیت تھی جو قوموں کے نصیب میں بہت کم ہوتی ہے۔ خیر ہیلی کا پڑھ سے بھٹو کو دیکھنا کوئی ملاقات تو نہیں تھی۔ اسکے بعد، بھٹو کو انتہائی قریب سے بارہا دیکھا۔ بلکہ جی بھر کر دیکھا۔

ہوا بیوں، کہ شاہنواز بھٹو کو وزیر اعظم نے کیڈٹ کالج حسن ابدال داخل کروادیا۔ نصرت بھٹو کے لاد پیار سے شاہنواز بقول اپنے والد کے بگڑ رہا تھا۔ بیٹے کو سخت کوش، محنتی اور نظم و ضبط کے ساتھے میں ڈھانے کیلئے بھٹو نے شاہنواز کو اپلیئی کی مرضی کے بغیر حسن ابدال داخل کروادیا۔ کالج میں شاہنواز عام طلباء کی طرح رہتا تھا۔ اسکے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ خیریہ واقعات پہلے لکھ چکا ہوں۔ بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ بھٹو ایک انتہائی شفیق والد تھے۔ شاہنواز کو دیکھنے کے موقع تلاش کر کر کے کالج آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دن ہم تمام، صبح ساڑھے سات بجے کالج کی اول گراونڈ میں پریڈ کر رہے تھے کہ اچانک پنسل این ڈی حسن کے ہمراہ بھٹو صاحب بڑی تملکت کے ساتھ گراونڈ کی سیڑھیوں پر آ گئے۔ پریڈ بالکل معمول کی تھی۔ بھٹو صاحب نے انتہائی عمدہ سوٹ پہن رکھا تھا۔ نیلے رنگ کی انتہائی خوبصورت ٹائی زیب تن تھی۔ پریڈ میں شاہنواز بھی شامل تھا۔ وہ عمر و نگ میں تھا۔ پریڈ معمول کے مطابق جاری تھی۔ بھٹو صاحب ہم تمام طلباء سے صرف چند قدم دور غور سے پریڈ کو دیکھ رہے تھے۔ انکے سفید بالوں کے تار مجھے بڑی آسانی سے نظر آ رہے تھے۔ انتہائی شاستہ انگریزی میں پنسل سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ لیکن خاص بات یہ تھی کہ اپنے بیٹے، جسکی وجہ سے وہ اتنی صبح کیڈٹ کالج آئے تھے، اسکی طرف متوجہ نہیں تھے۔ شاہنواز کو کن اکھیوں سے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ صاف نظر رہا تھا کہ دراصل وہ اپنے بیٹے ہی کو دیکھنے آئے ہیں۔ بھٹو دس منٹ پریڈ دیکھتے رہے مگر ایک بار بھی شاہنواز کی طرف مرکر بھر پور نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد، بھٹو صاحب اور پنسل والپس چلے گئے۔ پریڈ اسی تسلسل سے جاری رہی۔ بھٹو صاحب نے ایک مرتبہ بھی پنسل کو نہیں کہا کہ اپنے بچے کو علیحدہ ملنا چاہتے ہیں۔ پریڈ ختم ہونے کے بعد ہم سارے اپنے اپنے ہاٹھل چلے گئے اور وہاں سے ناشتے کیلئے میں چلے گئے۔ شاہنواز، سب بچوں کے ساتھ تھا۔ کسی بھی پروٹوکول یا نمائش کے بغیر۔ ذوالفقار علی بھٹو کو انتہائی قریب سے دیکھنے کا یہ پہلا موقعہ

تھا۔ انتہائی متحرک اور وقار والی شخصیت۔ اہم ترین بات، نہیں سوٹ، چکدار جو تے اور آزاد وقار سے چلنے کا انداز۔ دس منٹ میرے ذہن پر نقش ہو رکرہ گئے۔ ساتھ ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ ایک انتہائی پُر خلوص رشتہ جو شائد آج تک قائم ہے۔ قطعاً پیپلز پارٹی کی بات نہیں کر رہا۔ موجودہ پیپلز پارٹی تو اس عظیم انسان کیلئے شرمندگی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ یہاں تک عرض کروں گا، کہ محترمہ بینظیر بھٹو کو لا تعداد بار ملنے اور دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مگر وہ اپنے والد کے مقابلے میں بہت پیچھے تھیں۔ شائد صد یوں کافر ق تھا۔ بھٹو اپنی طرح کا واحد انسان تھا۔ ساری عمر سیاستدانوں کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں۔ مگر ذوالفقار علی بھٹو کی وضع قطع اور ذہین انسان، آج تک دوبارہ دیکھنے کو نہیں ملا۔

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ بھٹو تاریخ میں زندہ ہے۔ اس نے جیل میں قتل ہونا گوارا کیا مگر تاریخ کے ہاتھوں مارے جانے سے انکار کر دیا۔ یہ بات کافی حد تک درست ہے۔ ہو سکتا ہے۔ مکمل طور پر درست ہو۔ مگر عجیبالمیہ تو یہ ہے کہ ہمارے موجودہ ملک پر آج بھی کسی نہ کسی طرح جزء ضیاء الحق ہی حکومت کر رہا ہے۔ شائد آپ کیلئے یہ بات مشکل ہی ہو۔ مگر ضیاء الحق کے سیاسی ساتھی اور جاشین آج بھی اس ملک کے مقدر کے مالک ہیں۔ ان میں دو عملی، مکمل منافق، دو ہری شخصیت اور معاف فرمائیے، ہمارے عظیم مذہب کا سیاسی استعمال بدستور موجود ہے۔ ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی مہیب منافق، دراصل جزء ضیاء الحق کا اور شہ ہے جو پورے زورو شور سے ملک پر قابض ہو چکا ہے۔ آج آپ کو جو بھی لوگ مقتدر طبقے کے سرخیل نظر آ رہے ہیں، وہ کسی نہ کسی طرح ضیاء الحق کے پر دردہ ہیں۔ کسی قدم کی کوئی استثناء نہیں۔ پنجاب سے ضیاء الحق کے سیاسی وارثوں نے ملک کی ایئٹ سے ایئٹ بجادی۔ بیس سے پچیس بلین ڈالر چوری کر کے باہر لے گئے۔ مگر آج بھی وہ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم جیسے پاک الفاظ کو اپنی گفتگو کا حصہ بنائے کر لوگوں کو بیوقوف بنانے میں مشغول ہیں۔ المیہ یہ بھی ہے کہ وہ کامیاب بھی ہیں۔ انکو روکنے کے لئے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ ضیاء الحق نے جو دو عملی والا سماجی رویہ اپنے دس سالہ دورِ اقتدار میں رانج کیا تھا، وہ آج جن بنکر پورے معاشرے کو نکروں کر رہا ہے۔ آج کے سیاستدان، ضیاء الحق کے لگائے ہوئے گملے کے پودے ہیں۔ ان میں سے اکثریت خاردار جھاڑیاں بن چکے ہیں۔ مگر وہ بعندہ ہیں کہ انہیں پھل دار گھنے درخت گردانا جائے۔ یہ لوگ اب اتنے طاقتور ہیں کہ عام لوگ خوف کی وجہ سے انہیں خوبصورت درخت کہنے پر مجبور ہیں۔

موجودہ پیپلز پارٹی کیا ہے۔ کیا وہ واقعی بھٹو کی سیاسی وارث ہے۔ اس پر کیا رائے دی جائے۔ یہ سابق عظیم پارٹی، اب مکمل طور پر خاک چاٹ رہی ہے۔ بھٹو کا اصل وارث، محترمہ کے بعد کوئی بھی نہیں ہے۔ اس پر جتنا سوچتا ہوں، تکلیف ہوتی ہے۔ دل دکھتا ہے۔ مگر جب ضیاء الحق کی تہہ شخصیت کی طرف نظر اٹھاتا ہوں، تو دھپکا سالگلتا ہے کہ اسکے پیروکار تو پیشیں چالیس برسوں سے مسلسل حکومت کیے جا رہے ہیں۔ ضیاء الحق عملی اور فکری طور پر آج بھی حکومت کر رہا ہے۔ کسی روک ٹوک کے بغیر۔ کسی تکلف اور مردودت کے بغیر۔ ماراؤ بے چارہ ذوالفقار علی بھٹو گیا ہے، جسکی ملکی سوچ کے مطابق کوئی بھی سیاسی وارث موجود نہیں ہے۔ معاف فرمائیے! جزء ضیاء الحق تو آج بھی بھر پور طریقے سے زندہ ہے! یہ المیہ بھی ہے اور ہماری بدقسمتی کی انتہا بھی!